© rasailojaraid.com

خطبۂ تبوک

عبدالقدوس ہاشمی

اہل سیر کی اصطلاح میں غزوہ اس فوجی مہم کو کہتے ہیں جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی تھی، اور سریہ ان مہمات کو کہا جاتا ہے جن میں خود آپؐ نے شرکت نہیں فرمائی بلکہ آپؐ نے کسی صحابی کی سرکردگی میں فوجی مہم روانہ کی ہو۔ اس طرح عہد نبوت کی ساری دفاعی فوجی مہمات کو دو قسموں پر منقسم کر دیا گیا ہے اور انھیں اصطلاحی نام غزوات و سرایا دے دیے گئے ہیں تاکہ ان دونوں قسموں کی مہمات میں امتیاز قایم رہے۔

غزوۂ تبوک عہد نبوت کا آخری غزوہ ہے۔ چونکہ کچھ دنوں سے حجاز میں سخت قحط تھا اور صحابہ بڑی تنگدستی و عسرت میں مبتلا تھے اس لئے اس غزوہ کو غزوۃ العسرۃ اور جیش العسرۃ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اس غزوہ میں آپؐ ماہ رجب ۹ ہجری مطابق اکتوبر و نومبر ۶۳۰ع میں تیس ہزار صحابہ کو لیکر مقام تبوک تک تشریف لے گئے اور بیس دن تک وہاں قیام پذیر رہ کر واپس مدینہ تشریف لائے تھے اس لئے اسے غزوۂ تبوک کہا جاتا ہے۔

تبوک دمشق سے مدینہ جانے والی ریلوے لائن کا ایک اسٹیشن ہے۔ یہ اس وقت سعودی عرب کا شام کی سرحد پر تقریباً آخری حصہ ہے جو مقام تیماء سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اب بھی تبوک ہی کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں پہاڑیوں سے گھرا ہوا ایک وسیع میدان ہے جس میں مسلمانوں نے غزوۂ تبوک کے وقت قیام فرمایا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس غزوہ میں جنگ نہیں ہوئی تھی کیونکہ بنو غسان اور رومی شہنشاہی افواج کے مجتمع ہونے کی اطلاع جس پر یہ دفاعی تدبیر اختیار کی گئی تھی اطلاع صحیح نہ تھی۔ رومی فوجیں دمشق سے آگے نہیں گئی تھیں اور بنی ...ان، لخم اور بنو جذام کے لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے ابھی اکٹھے ...ں ہونے پائے تھے۔ دشمنوں کے حوصلے بر وقت دفاعی تدبیر کی وجہ سے پست ...وگئے۔ اور مقابلہ کی نوبت نہ آئی۔ آپ صہ نے زمانہ قیام تبوک میں رومیوں کے ...ر نگیں ریاستوں سے صلحنامے کرلئے اور انہیں امن کی برقراری کا پابند بنالیا۔

غزوۂ تبوک کی تفصیلات اور اس کے نتائج کا ذکر اس وقت مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد صرف اس خطبہ کا ذکر ہے جو آپ صہ نے مقام تبوک میں ارشاد ...رمایا تھا۔ یہ خطبہ حمد باری تعالی کے بعد صرف پچاس مختصر فقرات پر مشتمل ہے مگر ہر فقرہ ایک گوہر آبدار ہے اور حضرت افصح العرب و العجم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ فصاحت و بلاغت کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ فصاحت کا یہ عالم ہے کہ ہر لفظ ایک تابناک موتی ہے اور بلاغت کا یہ حال ہے کہ انسانی کردار کا کوئی پہلو نہیں جو اس کے احاطہ سے باہر ہو۔

ہم یہ خطبہ مع ترجمہ و مختصر تشریح پیش کرتے ہیں اور اس اقرار عجز کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ ان بلیغ فقروں کا صحیح ترجمہ اور پوری تشریح پیش کرنا محال کی حد تک مشکل ہے۔

آپ صہ نے اللہ جل جلالہ کی حمد کے بعد فرمایا :-

اما بعد :

(۱) فان اصدق الحدیث کتاب اللہ بلا شبہ سب سے زیادہ سچی بات اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

اگر کوئی بات مطابق واقعہ ہو تو اسے سچی بات کہا جاتا ہے۔ انسان کا علم ناقص بھی ہے اور غیر محیط بھی۔ پھر ماضی و حال کا علم تو انسان کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ نہ کچھ حاصل ہو سکتا ہے لیکن مستقبل کے واقعہ کا علم کسی انسان کو حاصل ہی نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے یقیناً سب سے زیادہ سچی بات اللہ تعالی ہی کی بات ہوسکتی ہے جس کے حضور میں ماضی و مستقبل دونوں ہی حاضر ہیں ۔ وہ نہ کبھی بھولتا ہے اور نہ کوئی ذرہ اس کے علم محیط سے باہر ہے ۔

(۲) وا وثق العری کلمة التقوی اور سب سے مضبوط حلقۂ زنجیر تقوی کا ایک لفظ ہے

تقوی قلب انسانی کی اس کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے افکار و اعمال میں خالق کائنات کی نافرمانی اور ہر قسم کی بے اعتدالی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے ۔ ہر انسان کی یہ فطری خواہش ہے کہ وہ بلند سے بلند مقام پر پہنچ جائے ۔ اس بلند مقام پر چڑھنا مشکل کام ہے آدمی اس کے لئے زنجیر کا سہارا لیتا ہے تاکہ کہیں اس کا پیر نہ پھسل جائے ۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر زنجیر کا وہ حلقہ کمزور ہو اور ٹوٹ جائے تو کیا ہو ۔ اس لئے آدمی مضبوط ترین حلقۂ زنجیر کی تلاش کرتا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ''سب سے مضبوط حلقۂ زنجیر تقوی ہے'' اگر تم اس حلقہ کو پکڑے رہو گے تو اس کے ٹوٹ جانے کا کوئی خطرہ نہیں کہ تم مقام رفیع پر پہنچنے کی بجائے قعر مذلت میں گر کر ہلاک ہو جاؤ ۔

ذرا اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس اصول کو آزما کر دیکھئے ۔ کتنی اچھی تشبیہ ہے ۔ اگر تقوی سے قلب خالی ہو تو کوئی دوسری زنجیر اور اس کے حلقے انسان کو کہاں کام آتے ہیں ۔ ابھی سر بلندی و نام وری کے مقام اعلی پر نظر آرہے تھے اور اک ذرہ بے اعتدالی ہوئی تو ذلت و رسوائی نفرت و حقارت سے دوچار ہونا پڑتا ہے ۔ نہ گھر کی زندگی خوشگوار رہتی ہے اور نہ باہر کی ۔ یہ کیوں ہوتا ہے صرف اس لئے کہ ہم تقوی کے مضبوط حلقۂ زنجیر کو چھوڑ کر کسی اور ڈوری کے ذریعہ اوپر چڑھنے کی کوشش کررہے تھے ۔ اپنے اوپر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بانے کے لئے سہارا بنایا تھا اقتدار کو، صاحب اقتدار کو، دولت کو، ثروت اور حکومت کو، یہ زنجیریں مضبوط نہیں ہیں ذرا سے کھینچ تان میں ٹوٹ جاتی ہیں اور ہم گر جاتے ہیں۔

(۲) وخیر الملل ملۃ ابراہیم۔ اور بہترین ملت ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے۔

اس ایک بلیغ جملہ کی تشریح کی جائے تو شاید ایک دفتر ہوجائے۔ مختصراً یہ سنئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ملت کی بنیاد عقیدۂ توحید پر رکھی تھی۔ اسی عقیدہ کا نتیجہ تھا کہ وہ نمرود اور اس کے ماننے والوں سے الگ ایک ملت کے امام قرار پاگئے۔ اس طرح دونوں ملتیں الگ الگ ہوگئیں۔ ایک ملت ابراہیمی اور دوسری ملت نمرودی۔ ملت نمرودی کی بنیاد اقتدار دلیاوی اور حاکمانہ قوت کی نمود پر قائم ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اقتدار و حکومت کسی ایک نسل کے ہاتھوں میں یا ایک محدود رقبۂ وطن کے اندر ہوسکتی ہے۔ اب اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو اس وطن کا یا اس نسل کا سربراہ ہوگا اسے معبود و مسجود کا مقام حاصل ہوجائے گا۔ اس کا نام مختلف اوقات میں مختلف ہوسکتا ہے۔ کہیں نمرود، کہیں فرعون، کہیں جمشید، کہیں رام‌چندر، کہیں مسولینی، کہیں ہٹلر، اور کہیں لینن و اسٹالن، اور اس کے مقابلہ میں افراد انسانی کا مقام ہل چلانے والے بیلوں سے اونچا نہیں ہوسکتا۔

ملت نمرودی میں اسی لئے متعدد ملتوں کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ کہیں پروشین نسل سے ایک ملت وجود میں آتی ہے اور کہیں عربی نسل سے۔ کبھی ایک رقبہ زمین سے ایک ملت وجود میں آتی ہے اور کبھی دوسرے رقبۂ زمین سے۔ پھر ملت نمرودی سے پیدا شدہ یہ ساری ملتیں ایک دوسرے کا استحصال کرتی ہیں۔ اور اس کے بعد ٹکراؤ ہوتا ہے۔ خون کی ندیاں بہنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لٹتی ھیں ۔ ہم ہزستے ھیں، سہاگ لٹتے ھیں، بچے نیزوں پر اچھالے جاتے ھیں اور وہ سب کچھ ھوتا ہے جو دنیا دیکھ رھی ہے ۔ عوام چاھے کہیں کے ھوں اور کسی عقیدہ و مسلک کے حامل ھوں، استحصال اور بدامنی کو پسند نہیں کرتے لیکن ملت کی بنیاد جب نسل یا وطن پر رکھی جاتی ہے تو اس کے لیڈر دوسرے انسانوں ھی کے اعزاز و اکرام سے نہیں بلکہ خود اپنے عوام کی عزت و آبرو اور امن و اطمینان سے غافل ھوجاتے ھیں ۔

اس کے برخلاف ملت ابراھیمی کی بنیاد عقیدۂ توحید پر ہے عقیدہ توحید کے دو رخ ھیں، ایک تو یہ کہ ھمارا اور ساری کائنات کا خالق ایک اور صرف ایک ہے ۔ ھم اس کے حکم سے سر مو تفاوت نہیں کرسکتے، ھمارا ھر عمل صرف اللہ ھی کے لئے ھونا چاھئے ۔ ایک جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو زیر کر لیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ کر اس کا سر کاٹ دینا چاھتے تھے کہ اس نے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا، اس کے بعد حضرت اس کے سینہ سے اتر گئے ۔ جب اس نے پوچھا کہ آپ نے مجھے چھوڑ کیوں دیا ۔ تو فرمایا کہ میں تجھکو اللہ کے حکم سے اور اللہ کی رضا کے لئے قتل کر رھا تھا، جب تو نے مجھ پر تھوک دیا تو مجھے اپنی توھین پر غصہ آگیا، اور کسی انسان کو میں اپنی خوشی کے لئے تو قتل نہیں کرسکتا ۔

عقیدۂ توحید کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ساری کائنات اللہ کی مخلوق ہے اور مخلوق ھونے کی حیثیت میں برابر ہے ۔ اس حیثیت سے نہ ھم اس سے بہتر ھیں اور وہ ھم سے برتر ۔ اس عقیدہ سے جہاں انسان میں عزت نفس کا تصور ابھرتا ہے وھاں دوسروں سے محبت کا جذبہ بھی بیدار ھوتا ہے ۔ یہی عقیدہ ہے جو آدمی تو آدمی، جانوروں کے ساتھ بے رحمی کرنے سے بھی ھمیں روکتا ہے ۔ دشمن کی کھیتیوں کو ویران کرنے، باغوں کو کاٹ کر پامال کرنے سے ھمیں باز رکھتا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرض یہ کہ ملتِ ابراہیمی کی بنیادیں نہ نسل پر قایم ہیں نہ وطن پر، نہ زبان پر قایم اور نہ رہن سہن پر، یہ سب بنیادیں ملتِ نمرودی اور حکمتِ فرعونی کی بنیادیں ہیں ۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسے یوں بیان کیا ہے :

از نسب بنیاد تعمیر امم   با وطن وابستہ تقدیر امم
ملت ما را اساس دیگر است   آن اساس اندر دل ما مضمر است

ذرا غور کیجئے، کتنی غیر حقیقی اور غیر عقلی ہیں ملتِ نمرودی کی بنیادیں ۔ ابھی تیس بتیس سال پہلے تک انگریزوں کے اقتدار نے پاکستان، ہندوستان، برما، سری لنکا، بلکہ عدن تک کو ایک وطن بنا رکھا تھا ۔ اور ابھی کل کی بات ہے کہ وطن پاکستان کی حدود میں ڈھاکہ، چاٹگام اور سلہٹ بھی داخل ہی تھے ۔ کیا اقتدار کے اس پھیلاؤ کو وطن کا نام دے کر کسی ملت کی اساس قرار دینا دانائی کہا جا سکتا ہے ۔ وطن صرف ایک انتظامی وحدت ہوتا ہے ایک انتظامی اقتدار کے ماتحت جتنا رقبۂ زمین ہوتا ہے اس کا نام وطن رکھ لیا جاتا ہے ۔ اس سے زیادہ وطن کی اور کوئی حقیقت نہیں ۔ اگر اس کو قلبی تعلق اور ہم آہنگی کی اساس قرار دے کر ایک ملت کی بنیاد بنادیا جائے تو اس کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم آہنگی کا دائرہ ایک ملک سے ایک صوبہ، ایک صوبہ سے ایک ضلع اور ایک ضلع سے ایک گاؤں تک محدود ہوکر رہ جاتا ہے ۔

یہی حال نسل کا ہے ۔ اپنا بھائی پیارا ۔ چچا کا بیٹا اس سے کم پیارا ۔ دادا کے بھائی کی اولاد اس سے بھی کم ۔ تین چار پشتوں میں قلبی تعلق کمزور ہوتے ہوتے بے اثر ہوکر رہ جاتا ہے ۔ اسی طرح زبان اور رہن سہن کے طور طریقے بھی ملت کے لئے کوئی بنیاد مہیا نہیں کرتے ۔ زبان صرف افہام و تفہیم کا ذریعہ ہے اور رہن سہن کے طریقے ماحول کے اثر سے ایک صورت اختیار کرلیتے ہیں ۔ ان میں یہ قوت نہیں ہے کہ ایک انسان کو دوسرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کے دل سے قریب تر کردیں اور اس قربت کو تا به دیر باقی بھی رکھ سکیں ۔ ثقافت اور کلچر کا کلمه پڑھنے والے فکری و دماغی قوت کے اعتبار سے کمزور اور مفلس لوگ ھیں ۔ یه کوئی عقل کی بات نہیں کہتے ۔ انسان صرف عقیده اور عمل کی بنیاد پر ھم آهنگی قایم رکھ سکتا ہے ۔ اس کے سوا جو ھم آهنگی دکھائی دیتی ہے، اس کی حیثیت چوروں کے اتحاد سے زیادہ کچھ نہیں ۔ چور چوری کرنے کے لئے اتحاد قایم کر لیتے ھیں، اور ایسا اتحاد قایم کر لیتے ھیں که کسی مخلص وطنی حکومت کے وزیروں میں بھی ایسی ھم آهنگی اور نظم و ضبط نہیں دکھائی دیتا ۔ لیکن چوری کا مال تقسیم کرتے وقت اکثر یه اتحاد باقی نہیں رهتا ۔

آپ اس بلیغ جمله پر که ''سب سے بہترین ملت ابراھیم علیه السلام کی ملت ہے،، جس قدر غور کریں گے ۔ اور دنیا کے حالات کو اس کی روشنی میں دیکھیں گے، آپ پر اس کی صداقت کھلتی جائے گی ۔

(۴) وخیر السنن سنة محمد اور بہترین سنة محمد (صلی اللہ علیه وسلم) کی سنة (طیبه) ہے ۔

سنت کے معنی ھیں وہ پگڈنڈی جو کسی کے چلنے سے ریت یا نرم زمین پر بن جاتی ہے ۔ دیہاتوں میں اس پگڈنڈی (یعنی کچے راسته) کو بڑی اهمیت حاصل ہے ۔ اگر آدمی غلط پگڈنڈی پر پڑ جائے تو نه جانے کہاں سے کہاں جا پہنچے ۔ اور عرب کی ریتیلی زمین میں ریت پر نشان پا ھی سب کچھ ہے ۔ غلط راہ پر کوئی پڑجائے تو بے آب و دانه صحراؤں میں اپنی جان ھی گنوا بیٹھے گا ۔ اس جگه سنت محمد سے مراد زندگی بسر کرنے کا وہ راسته ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے نشان قدم سے بن کر تیار ہوا ہے ۔

دنیا میں کڑوروں ھی آدمی پیدا ھوتے ھیں، جوان ھوتے ھیں، کماتے کھاتے ھیں ۔ شادی کرتے ھیں، بال بچوں کی پرورش کرتے ھیں، اپنے کنبوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمسایوں، ہم وطنوں اور سارے ہی انسانوں کی خدمتیں کرتے ہیں ۔ اور ایک وقت آتا ہے کہ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں ۔ ان کو چھوڑیے جو ظلم و تعدی کرتے ہیں، قتل و خونریزی کو پیشہ بنالیتے، چوری، ڈاکہ اور فریب سے روزی کماتے ہیں ۔ اچھوں ہی کو لیجئے جنھیں ہم آپ سب اچھے کہتے ہیں ۔ ان کی زندگی بسر کرنے سے یا دوسرے لفظوں میں ان کے نشان قدم سے زندگی کی جو راہ متعین ہوتی ہے یا جو پگڈنڈی بن کر تیار ہوتی ہے ۔ اس پر غور تو کیجئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ایک آدمی بھی ایسا اس دنیا میں آیا ہے جس کی زندگی ہر پہلو سے مکمل اور کامیاب ہو اور جس کو ہم اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں اور مختلف حیثیتوں میں نمونۂ زندگی بنا سکیں ؟ دنیا میں بہت سے بزرگ آئے اور بعض بعض پہلوؤں سے انھیں بہترین نمونہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے ۔ مثلاً حضرت عیسی مسیح علیہ السلام سے سیکڑوں سال پہلے ایک بزرگ دنیا میں آئے انھوں نے راج پاٹ چھوڑ، بیوی بچہ سے منہ موڑ خدا کی یاد میں اپنے آپ کو غرق کردیا ۔ بڑا کام کیا، لیکن معصوم بچے کا باپ کہاں گیا ۔ عصمت مآب بیوی کا شوہر کہاں گم ہو گیا ۔ بوڑھے باپ کا سعید بیٹا کہاں چھپ گیا ۔ خدا کی یاد اور سب حقداروں کو بھلا کر؟

اسی طرح اور نمونے بھی ملیں گے مگر محض یک رخے، ایک پہلو سے بہترین اور دوسرے پہلو سے ناقص ۔ ایک بزرگ ملیں گے سچے، راستباز، نیکوکار مگر نہ شادی کی نہ بچے دیکھے، نہ خوشی سے واسطہ پڑا نہ غم سے ۔ نہ کسی مظلوم کا حق ظالم سے دلایا اور نہ ظالم سے ٹکر لی ۔ بڑی ہی قابل تعریف زندگی ہے مگر ان کے نشان پا سے بنی ہوئی سنت (پگڈنڈی) انسانوں کے لئے بہترین سنت نہیں ہو سکتی ۔

اب ذرا سنت محمد صلعم کو دیکھئے ۔ اچھے جوان، صادق و امین، اچھے شوہر اچھے باپ، اچھے تاجر، اچھے دوست، رحم دل، نیکو کار، سخی اور حلیم، اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا پیغام سنانے والے ۔ ظلم کا بدلہ دعاؤں سے دینے والے ۔ خطاکار سے درگزر کرنے والے، یتیموں کے والی، غلاموں کے مولی، اور اسی کے ساتھ بہترین سردار، اعلی درجہ کے سپہ سالار، حاکم عادل ۔ اتنے غریب کہ کئی کئی وقت مسلسل فاقہ ہوجائے اور اتنے دولت مند کہ مسجد نبوی میں طلائی اشرفیوں کے ڈھیر لگ جائیں ۔

اتنی جامعیت اور ایسی کاملیت کہاں ملے گی۔ اگر ان کی سنت خیر السنن نہ ہوگی تو کس کی راہ زندگی خیر السنن قرار پائے گی۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ آپ ص نے یہ خطبہ ۹ ہجری کے ماہ رجب میں دیا ہے جب کہ آپ ص کی زندگی کا باسٹھواں سال ہے۔ مکہ مکرمہ فتح ہو چکا ہے اور آپ ص کے زیر نگیں تقریباً سارا ہی عرب آچکا ہے ۔ اس فقرہ کی نوعیت صرف دعوی کی نہیں ہے بلکہ بیان حقیقت کی ہے ۔ ان تیس ہزار بزرگوں میں سے بہت سے وہ حضرات ہیں جنہوں نے آپ ص کو زمانۂ طفلی سے اب تک مسلسل دیکھا ہے ، اور بہت سے وہ ہیں جنہوں نے ابتدائے نزول وحی سے گزشتہ تقریباً ۲۲ سال کا زمانہ آپ ص سے انتہائی قریب تر ہو کر بسر کیا ہے ۔ سفر و حضر میں ساتھ رہے ہیں ، ان کی آنکھوں سے آپ ص کی زندگی کا کونسا رخ پوشیدہ ہے ؟ وہ سب کچھ جانتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ ص کی سنت خیرالسنن ہے ۔ آپ ص کے سامنے ہی نہیں بلکہ آپ ص کی وفات کے بعد بھی صحابہ ساری دنیا کو یہی پیغام دیتے رہے کہ :

محمد کا رستہ نہ چھوڑو عزیزو یہی راستہ ہے ہمارا تمہارا

(۵) واشرف الحدیث ذکر اللہ ۔ اور سب سے اشرف بات اللہ کی یاد ہے ۔

باتیں تو ہم آپ سب ہی کرتے رہتے ہیں اور صبح سے شام تک نہ جانے کتنی ہی باتیں کرجاتے ہیں ۔ اگر ان ساری باتوں کا ہم جائزہ لیں تو ان کی دو قسمیں بن جاتی ہیں، ایک وہ جن کے ساتھ اللہ تعالی کی یاد بھی ہمارے ذہن پر طاری ہوتی ہے اور دوسری وہ جن کے ساتھ اللہ تعالی کی یاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذھن میں نہیں ھوتی ھے ۔ پہلی قسم میں ھماری وہ باتیں ھوتی ھیں جن سے ھمارا مقصد سننے والے کو کسی قسم کا فائدہ پہنچانا یا اپنے لئے کوئی جایز فائدہ حاصل کرنا ھوتا ھے ۔ یہ باتیں جھوٹ، غیبت، عیب جوئی، جھوٹی شیخی، اور شہرت طلبی کی آلایشوں سے تقریباً پاک و صاف ھوتی ھیں ۔ باتوں کی دوسری قسم یعنی اللہ تعالی کی یاد سے خالی گفتگو میں بے فائدہ یاوہ گوئی، فریب، استحصال، ناجایز کذب و افتراء اور ایسے ھی عیوب کی آمیزش ھوا کرتی ھے ۔ افواہ ایسی ھی گفتگو سے پھیلا کرتی ھے ۔ ھر شخص خود اپنی جگہ پر اس کا فیصلہ کر سکتا ھے کہ باشرف و باعزت گفتگو کس قسم کی گفتگو کو کہا جا سکتا ۔

(٦) و احسن القصص ھذا القرآن ۔ اور سب سے اچھا قصہ یہ قرآن (مجید) ھے ۔

کسی گزرے ھوئے واقعہ کی حکایت کو قصہ کہا جاتا ھے ۔ قصہ کہانیوں کا ذوق ھر جگہ پایا جاتا ھے ۔ آپ بیتی سے جگ بیتی زیادہ خوشگوار ھوتی ھے افریقہ کے 'بش مین' اور بانتو سے لے کر جامعات کے اساتذہ تک کسی نہ کسی قدر دلچسپی قصہ کہانیوں میں لیتے ھیں ۔ آدمی کی عادت و کردار کی صورت گری میں قصہ کہانیوں کا بڑا حصہ ھوتا ھے ۔ اچھے قصوں سے آدمی یہ جان لیتا ھے کہ غفلت و غلط روی کے نتائج کیا ھوتے ھیں ۔ اور چستی و ھوشیاری کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے کیا فوائد حاصل ھوتے ھیں ۔ لیکن یہ فوائد صحیح طور پر اور پوری طرح صرف اسی وقت حاصل ھوسکتے ھیں جب کہ ان قصوں کے صحیح اور حقیقۃً سچ ھونے کا یقین یا کم از کم ظن غالب قصہ سننے یا پڑھنے والے کو حاصل ھو ۔ پہلے سے اگر یہ یقین موجود ھو کہ قصہ فرضی اور غلط ھے تو سننے والا اس سے کوئی اثر نہیں لے سکتا ۔ یہی وجہ ھے کہ نا پختہ دماغ ننھے بچے تو پریوں کی کہانی سے اثر پذیر ھوتے ھیں لیکن کوئی پختہ دماغ اور تعلیم یافتہ آدمی ان کہانیوں سے متاثر نہیں ھوتا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قصہ کا اصل مقصود ھی یہ ہے کہ سننے والا اس سے اثر لے اور اپنی عادت و کردار کے سنوارنے میں اس اثر سے فائدہ بھی حاصل کرے۔ اور ہم یہ دیکھتے ھیں کہ کسی قصہ کا کوئی اثر پختہ دماغ آدمی پر نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس قصہ کے سچ، حقیقی اور واقعی ھونے کا یقین قلب میں جاگزیں نہ ہو۔

ہر مومن کا یہ ایمان و یقین ہے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے تمام تر سچ ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجایش نہیں ۔ اس کے بعد قرآن مجید میں بیان کئے ہوئے قصے سے ہمیں جو فائدہ پہنچ سکتا ہے، بالکل ظاہر ہے۔ اسی لئے قرآن مجید کو آپ‌ﷺ نے احسن القصص فرمایا ہے۔

(باقی)

© rasailojaraid.com